احترامِ انسانیت (مباحث کشف المحجوب کی روشنی میں)

وقاص علی حیدر*

Allah (S.W.T) created human beings as best of all creatures. Both the teachings of Quran &Sunnat-e-Nabviﷺ tell us the importance of rights of other fellow beings. The whole life of Prophet ﷺ is a true example of respect for humanity. Many examples of this respect are present in books of hadith &seerah. Saints and Sufis took the responsibility of amenity & guidance of humankind by following the preachings of Prophet ﷺ, his companions and followers. They have to leave their houses and have to face hardships of every type for the sake of this cause. They made amenity, training & service of humanity along with the spreading of religion as their life goal .Usman bin Ali hujwiri is one of the most prominent names in the list of these saints & Sufis who worked day & night for the overhaul of humankind. His holy life & books train us many important lessons. Most significant of them are Fear of Allah, Peace ties, Sacrifice and respect for humankind along with Sufism & spirituality .The purpose of this article is esteem for humankind. Esteem of humankind is fundamental to every religion, race, color and social survival. Mitigation of esteem for humankind from any society can lead to assuagement of humanity in a very short time. Therefore, we will try to cover key topics of esteem for humankind from Quran, Sunnat along with quotes & excerpts from kashf ul mahjoob the composition of Usman bin Ali hujwiri. We will explore how can we benefit ourselves through kashf ul mahjoob to alleviate injustice & malfunction of the society in this tough period. The purpose of this thesis is to build an environment of peace & unity in our country.

Key words: Humanity, Sufis, Sunnat-e-Nabviﷺ,Peace,kashf ul mahjoob,Sufism

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ قرآن کریم اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات سے حقوق العباد کا درس اور سبق ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی مکمل حیاتِ مبارکہ احترامِ انسانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس کی لاکھوں مثالیں کتب سیرۃ اور کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ،

* ریسرچ ایسوسی ایٹ/ٹریننگ کوآرڈینیٹر، لیڈنگ اتج، اکیڈمک نیٹ ورک (LEAN)، لاہور۔

تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے مبارک راستے پر چلتے چلتے اولیائے کرامؒ اور صوفیاء نے انسانیت کی خدمت اور اصلاح کا ذمہ لیا جس کے لیے وہ گھر سے بے گھر ہوئے، ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کیا۔ اِن صوفیاء و اولیاءؒ کا مقصدِ حیات دین کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ، تربیت اور انسانیت کی خدمت تھا۔

صوفیاء اور اولیاءؒ میں ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح ایک نام حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ کا ہے جنہوں نے انسانیت کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ کی حیاتِ مبارکہ اور تصانیف کے مطالعے کے بعد تصوف و روحانیت کے حصول کے علاوہ سب سے اہم سبق خدا خوفی، صلح رحمی، ایثار اور احترامِ انسانیت کا ملتا ہے۔

ہمارا یہ مقالہ احترامِ انسانیت کے لیے ہے، احترامِ انسانیت ہر مذہب، ہر رنگ و نسل اور معاشرے کی بقا کی کلید ہے۔ اگر کسی بھی معاشرے سے احترام انسانیت کو نکال دیا جائے تو انسانیت کا وجود لمحے بھر کے لیے بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا ہم احترام انسانیت کے اہم موضوعات کا احاطہ قرآن و سنت اور حضرت عثمان بن علی ہجویری کی تصنیف کشف المحجوب کے اقتباسات و مباحث سے کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ آج کے پُر خطر دور میں کشف المحجوب سے کس طرح معاشرے کے ہر طبقے میں موجود ناانصافی اور بگاڑ کی اصلاح ممکن ہے، تاکہ ہمارے ملک و قوم میں بھائی چارے اور امن کی فضا قائم ہو سکے۔

تعارف:

دنیا کے بنائے جانے کا مقصد انسان ہے، انسان ہی کے لیے دنیا بنائی گئی ہے اگر انسان، انسان نہ رہے تو دنیا کی بقا ممکن نہیں اور فنا لازم ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں انسان کی فضیلت کو بہت واضح انداز سے بیان فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے قرآن کریم کے ارشادات کو اپنے ہر ہر عمل سے مکمل طور پر سچ ثابت کیا ہے۔ جس سے انسانیت آج بھی مکمل و کامل طور پر مستفید ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات انسانیت کی بقا کی کلید ہے۔ اور آج تک ہر آنے ولے اولیائے مکرم، صوفیائے عظمت نے اپنے کردار و عمل سے اس بات کو سچ ثابت کیا ہے کہ جو شخص بھی قرآن کریم کے احکامات اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو گا وہ انسان ہی سچے طور پر خدمت خلق اور انسانیت کا احترام بجالاتا ہو گا۔ اسی لیے حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ نے اپنی مکمل حیات، انسانیت کی فلاح کے لیے صرف کر دی۔ اور انسانیت

کی فلاح کا سب سے پہلا منصب انسانیت کا احترام ہے۔ اگر انسان کا احترام نہ کیا جائے تو اصلاح ناقص ہے۔ اسی لیے حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب تحریر فرمائی۔ اس تحریر کے تمام مقاصد کو ایک طرف رکھا جائے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب احترام انسانیت کے دروس کی کتاب ہے تو غلط نہ ہو گا، کیونکہ یہ کتاب رازوں سے پردے ہٹانے والی ہے اور انسان کا سب سے بڑا راز اس کے اپنے اندر کا انسان ہے جسے کوئی فرد بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر انسان اپنے اندر کو پہچان لے تو لازم ہے کہ پہلا پردہ اس کی آنکھ سے ہٹ کر اللہ کی مخلوق کو دیکھنے والا پردہ بھی نکل جائے گا جس کے بعد آخری پردہ اس کا اپنے خالقِ حقیقی سے ملنا ہو گا۔

ذیل میں ہم انسان اور احترام انسانیت کو قرآن و سنت اور کشف المحجوب کی روشنی میں بیان فرمائیں گے۔ کشف المحجوب سے ایسے اقتباسات پر روشنی ڈالیں گے جس سے انسانیت کا وقار بلند ہوتا ہے اور انسانیت کی اصلاح اور فکرِ انسانیت اجاگر ہوتی ہے۔

قرآن اور احترام انسانیت:

قرآن کریم انسانوں کے لیے ہدایت ہے اسی لیے اس کا موضوع انسان ہے۔ اور قرآن کریم کی تشریح و توضیح کے لیے ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ قرآن کریم کے فرمودات پر عمل پیرا ہو کر ہمیں اس کی ہدایت سے روشناس فرمائیں۔ اسی لیے قرآن کریم نے دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے زیادہ عظمت و رفعت سے سرشار فرمایا ہے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت و سیرت، صلاحیتوں، علم و فضل اور کمالات کے حسنِ تخلیق کو چار قسمیں کھا کر بیان فرمایا ہے۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾[1]

قسم ہے انجیر اور زیتون کی (1) اور طور سینا کی (2) اور اِس پرامن شہر (مکہ) کی (3) ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا (4)

یہ خصوصیات اللہ کریم اپنے نائب یعنی انسان کی ذکر فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور ایسی مخلوق جو ہر اعتبار سے ہر طرح کی دوسری مخلوق سے بہتر ہے جیسے جسمانی و روحانی

خوبصورتی، سوچنے سمجھنے اور فکر کی صلاحیت، دور اندیشی خدا خوفی اور تمام مخلوق کو انسان کے لیے مسخر کیا رزق اور پیاس بجھانے کا اہتمام فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا [۲]

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کا مقام و مرتبہ بہت اعلیٰ ہے تو ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ انسان کا احترام کرے اور انسانیت کو عزت دے اور اگر کوئی انسانیت کا احترام نہیں کرتا تو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا منکر ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا [۳]

اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

ہمارے پیارے نبی آخر الزماں ﷺ اور احترام انسانیت:

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا بنیادی مقصد اور نصب العین انسانیت کا احترام ہے جو کہ آپ سے پہلے پامال اور برباد کیا جا چکا تھا۔ آپ ﷺ نے ہر ہر قدم پر اپنی تعلیمات سے انسانوں کو عزت و تکریم دینے، ایک دوسرے کے ساتھ ناانصافی کو روکنے، ظلم و جبر کی بیخ کنی کرنے، خرید و فروخت میں درست معاملات کو رائج کرنے، ایک دوسرے کو حقوق دینے جیسے معاملات پر بہت زور دیا جیسا کہ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هذا، في بَلَدِكُمْ هذا، في شهركم هذا۔ [٤]

بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے
تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں (مقرر کی گئی) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی کسی لشکر کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو اس وقت فرماتے کہ:

لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَوَلَا
أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ [5]

غداری نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔

احترام انسانیت اور کشف المحجوب:

انسان کی پہچان علم سے ماخوذ ہے، کسی بھی انسان میں علم کی غیر موجودگی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کو دنیا اور مافیہ سے استفادہ کی جرأت نہیں ہے جس سے آخرت کا سنورنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ انسان کا علم سے خالی ہونا انسان کی توہین ہے۔ اصل علم قرآن وسنت کا ہے۔ اسی طرح بقیہ تمام علوم نافع کو قرآن وسنت اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ اگر کسی کو قرآن وسنت کا علم نہیں تو پھر اس کے لیے بقیہ تمام علوم کسی بھی طرح اہمیت کے حامل نہیں ہیں بس اتنا ہی ہے کہ وہ اپنی دنیا گزار سکتا ہے۔ آپ ﷺ پر بھی پہلی وحی اقراء ہی ہے۔[6]

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿٣﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾[7]

"پڑھو (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔"

اللہ رب العزت نے قرآن کی ابتداء بھی علم سے کی، جس سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ انسان کی فضیلت علم سے ہی معلق ہے۔ اگر علم کو انسان سے جدا کر دیا جائے تو پھر انسان کا انسان رہنا ممکن

ہے۔

اسی لیے حضرت علی ہجویری قدس سرہ، صاحب کشف المحجوب نے باقاعدہ اپنی کتاب کا آغاز "اثبات علم" سے کیا ہے۔ اور علمائے حق کی شان میں اللہ رب العزت کے فرمان کو ذکر فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [8]

اللہ کے بندوں میں خشیت الٰہی رکھنے والے صاحب علم ہی ہیں۔

علم کی اقسام سے متعلق صاحب کشف المحجوبؒ فرماتے ہیں کہ:

"ایک علم الٰہی، دوئم علم خلق۔ اور علم خلق متلاشی علمِ الٰہی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ علم الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفتِ الٰہی ذاتِ الٰہی کے ساتھ قائم ہے اور صفات الٰہیہ بے نہایت ہیں اور ہمارا علم (یعنی علم خلق) صفتِ خلق ہے اور صفتِ خلق مخلوق کے ساتھ قائم ہے اور مخلوق کی صفات متناہی ہیں۔" [9]

اللہ تعالیٰ کی صفات لامحدود ہیں لیکن انسان کی صفات محدود ہیں اگر انسان چاہتا ہے کہ وہ جان لے تو پھر وہ علم خلق سے وابستہ ہو کر علم الٰہی تک جا پہنچتا ہے۔ اگر کوئی علمِ خلق ہی نہ حاصل کرے تو پھر کسی صورت بھی علم الہیٰ ممکن نہیں۔ کیونکہ علم الہیٰ کے لیے پہلے علم مخلوق خداوندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اس کو حاصل کر لے تو چونکہ انسان کی صفات محدود ہیں تو انسان اپنی صفات کے دائرہ کار سے باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا نظارہ کرنے لگتا ہے۔ جس سے انسان کا علم، علم خلق سے نکل کر علم الہیٰ تک جا پہنچتا ہے۔

علم انسان کو انسان بنائے رکھنے اور پھر اپنا آپ پہچاننے اور پھر مخلوق کے ذریعے خالق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یعنی احترام انسانیت کا سب سے پہلا درجہ علم کا حصول ہے اور علم میں بھی سب سے پہلے انسان اپنا علم حاصل کرے پھر مخلوق کا اور پھر اپنے خالق ومالک کی رضا میں جُٹ جائے۔

حضرت علی ہجویریؒ یہاں حکایت ذکر فرماتے ہیں کہ:

بصرہ میں ایک رئیس تھا۔ ایک دن وہ اپنے باغ میں گیا تو باغبان کی بیوی کے حسن وجمال پر اس کی نظر پڑ گئی۔ رئیس نے اس کے شوہر کو کسی بہانے باہر بھیج دیا اور عورت سے کہا دروازے بند کر دو۔ عورت نے آکر کہا کہ میں نے باغ کے تمام دروازے تو بند کر دیئے ہیں لیکن ایک دروازہ میں بند نہیں کر سکتی ہوں۔ رئیس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے؟ عورت نے کہا وہ دروازہ ہمارے اور خدا کے

درمیان کا ہے۔ رئیس شرمندہ اور پشیمان ہو کر توبہ و استغفار کرنے لگا۔"

اس حکایت کا مقصد ہے کہ انسان کا علم محدود اور اللہ رب العزت کا علم لا محدود ہے جو ہر وقت ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اگر انسان کسی پر ظلم و جبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و جبر اور اگر کوئی انسان کسی کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے تو وہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن اس میں ہمارے لیے ایک نصیحت یہ ہے کہ ہمیں اپنے انسانی درجات کو اس حد تک ارفع کرنا ہے کہ ہمیں کوئی محسوس کروائے یا نہ کروائے ہمیں ہر وقت معلوم رہے کہ ہمیں ایک ذات لاشریک دیکھ رہی ہے جس کا فیصلہ حتمی ہے۔

انسان کے علم و عمل کے حصول کے مختلف درجات ہیں جب انسان وہ درجات عبور کرتا چلا جاتا ہے تو وہ احترام انسانیت کا وارث بن جاتا ہے اور ہر طرح سے خود کو اور مخلوقِ خدا کو تکلیف دینے سے باز رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا متلاشی بن جاتا ہے۔ سید علی الہجویری رحمہ اللہ علیہ، جناب حاتم اصمؒ کی حکمت بھری بات بتاتے ہیں کہ:

> میں نے چار علم اختیار کر لیے اور دنیا کے تمام علموں سے نجات پائی۔ لوگوں نے پوچھا: وہ چار علم کون سے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: "پہلا یہ کہ میں نے جان لیا، میرا رزق میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے جو زیادہ یا کم نہیں ہو سکتا، اس لیے میں زیادہ کی طلب سے بے غم ہو گیا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں نے جان لیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حق ہے، جو میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا میں اس کے ادا کرنے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ تیسرا یہ کہ میں نے جان لیا کہ کوئی میری تلاش میں ہے، یعنی موت اور میں اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا، لہٰذا میں نے اس کا ساز و سامان کر لیا ہے (یعنی نیک کام کیے جا رہا ہوں)۔ چوتھا یہ کہ میں نے جان لیا، میرا ایک آقا ہے، جو میرے حالات سے آگاہ ہے، لہٰذا مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے ناروا کاموں سے ہاتھ اٹھا لیا۔ جب بندہ جانتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے تو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس کے باعث قیامت میں خدا سے شرمندہ ہونا پڑے۔"

آج کے انسان کو ان چار علوم کے اختیار کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ کہ یہ چار علوم مدار ہیں جس کے گرد انسان پہلے اور پھر انسانیت چکر کاٹ رہی ہے۔ جیسا کہ پہلے علم میں رزق کی حد کا متعین ہونا اور انسان کا اس کو تسلیم کر لینا، یعنی انسان کو جو مل گیا بس اس میں وہ خوش ہو جائے اور دوسروں کو اذیت دینے اور لالچ کرنے سے باز رہے۔ دوسرے درجے پر عمل کرنے سے انسان پر یہ عیاں ہو گیا کہ جو

عبادات، نیکیاں اس کے حق میں متعین ہیں وہ اسے ہی ادا کرنی ہیں، اگر وہ نہیں کرتا تو کوئی دوسرا ادا کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ تیسرا اور اہم درجہ ہر وقت موت کا احساس، جس سے انسان ہمیشہ نبرد آزما ہو گا، کبھی بھی کسی وقت بھی موت کا اچک لینا، یہ احساس قائم رکھتا ہے کہ گناہ میں بھی موت آسکتی ہے اور نیکی میں بھی لیکن وقت معین نہیں اس لیے ہر حالت میں نیکی ہی کو اپنا فعل بنایا جائے۔ آخری اور اہم درجہ کہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں ہر فعل و عمل میں اس لیے انسان کسی پر ظلم و جبر، زیادتی کرنے سے پہلے اس بات کو یاد رکھتا اور دیکھتا ہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے جس سے انسان ہر طرح کے گناہ سے باز رہتا ہے۔

انسان کو مال و دولت کی حرص و ہوس سے بچانے اور لالچ سے باز رکھنے، صبر اور شکر کی تلقین کے لیے صاحبِ کشف المحجوبؒ نے اثباتِ فقر اور فقر و غنا پر باب باندھا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ [12]

لوگو تم (سب) خدا کے محتاج ہو اور خدا بے پرواسزاوار (حمد و ثنا) ہے۔

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ [13]

اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج۔

حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ اس آیت کی وضاحت کچھ اس انداز سے بیان فرماتے ہیں کہ:

عوام الناس میں یہ امر مشہور ہے کہ تونگر، مالدار درویش سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خوش قسمت بنایا اور عطا نعمت پر شکر کا حکم دیا اور جاہل اس غنا و نعمت سے مراد کثرت مالِ دنیا سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ دنیا میں شہواتِ نفسانیہ کے موافق دل کی مرادیں پوری ہو جانا کامیابی ہے اور اسی کا نام غنا و تونگری ہے اور اس قسم کی نعمت پر شکر کرنے کا حکم فرمایا اور فقیر کو صبر کی تلقین کی تو معلوم ہوا کہ چونکہ صبر ہمیشہ بلا و مصائب پر ہوتا ہے اور شکر نعمتِ الٰہی پر تو نعمت و مال و غنا افضل ہوا جس پر شکر کا حکم ہے اور فقر مصیبت و بلا ہے جس پر صبر کا حکم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نعمت پر شکر کا حکم فرما کر اسی نعمت کے زیادہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر فقر پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اپنے تقرب کی بشارت عطا فرمائی۔ [14]

جیسا کہ ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ [۱۵]

بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور شکر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [۱۶]

اگر شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دونگا۔

یہاں سب سے اہم نکتہ صبر و شکر کی تلقین ہے۔ صبر و شکر کسی ایک کا خاصہ نہیں اور نہ ہی یہ صرف اولیاء و صوفیاء کے لیے مقرر ہے۔ بلکہ صبر و شکر ہر فرد کے لیے ہے جس سے وہ اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا کر رضائے الٰہی کا حصول ممکن بناتا ہے۔ پھر جب صابر، صبر کرتا ہے تو وہ اپنی ذات میں اول اور پھر دوم مخلوق پر صبر کرتا ہے۔ اور چاہے کوئی صوفی کہ وہ بس اپنی ذات میں صبر کرلے اور دوسروں پر صابر نہ ہو تو ایسا صبر کسی طور پر بھی اس کے لیے فائدہ مند نہیں بلکہ اسی طرح ہے کہ کوئی شخص اپنی بھوک پر تو صبر کرے لیکن دوسروں کو اس کا الزام دے۔ شکر کے متعلق بھی بالکل یہ ہی حکم ہے کہ انسان پہلے اپنی ذات میں اور پھر مخلوق پر شکر کرنے والا بنے تاکہ وہ اپنے خالق کا باآسانی شاکر بن سکے۔ اگر کوئی اللہ کا شکر کرنے والا ہے اور مخلوق کا شکر کرنے والا نہیں یا پھر اپنی ذات میں شاکر نہیں تو ایسا شکر ادھورا ہے۔

آج کے مصائب و مشکلات کے دور میں احترامِ انسانیت کا سب سے اہم جز صبر و شکر ہے۔ چونکہ انسان کو سب سے پہلے اپنی نفسانی و شیطانی خواہش پر قابو پانے کے لیے صبر و شکر ہی مددگار بنتا ہے۔ جس سے انسان اپنے حواس خمسہ کو درست سمت میں یعنی صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھتا ہے۔ جب انسان صبر کرتا ہے تو جو اسے مل جائے جیسا مل جائے اس پر شاکر بھی رہتا ہے جو اسے گناہوں کی طرف مائل کرنے سے روکتا ہے۔ اور اگر کوئی انسان ایسا نہ کرے تو وہ گناہوں میں مبتلا ہو کر صبر و شکر کا دامن چھوڑ کر اللہ کی مخلوق کو اذیت و درد کی کیفیت سے دوچار کرتا ہے۔

سید ہجویریؒ یہاں ایک حکایت ذکر فرماتے ہیں کہ:

> بادشاہ نے ایک درویش سے کہا مانگو جو مانگتے ہو۔ درویش نے کہا: میں اپنے غلاموں سے کچھ نہیں مانگتا۔ بادشاہ نے کہا: یہ کیا بات ہوئی؟ درویش نے کہا: میرے دو غلام ہیں: ایک حرص اور دوسرا آرزو، جب کہ یہ دونوں تمھارے آقا۔ میں نے جنھیں اپنا غلام بنا رکھا ہے ان سے مانگنا کیسا؟ [۱۷]

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صبر نہیں کرتا وہ حرص کے بخار میں مبتلا ہو کر ہر ایک سے امیدیں وابستہ کرلیتا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر ہر غیر سے رابطہ قائم کرتا ہے جس سے آرزوؤں کا سمندر امنڈھ آتا ہے اور انسان دربدر بھٹکنے لگتا ہے۔ جب کہ ایک صالح شخص ان دونوں باتوں حرص اور آرزو کو اپنا غلام بنا کر رکھتے ہیں۔

تصوف کے باب میں حضرت ہجویریؒ فرق رسم و خصلت میں احترام انسانیت کا درس کچھ اس انداز سے دیتے ہیں کہ:

رسم و خصلت میں یہ فرق ہے کہ رسم وہ فعل ہے جو بتکلف انسان کر سکتا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ بظاہر انسان جو کچھ کرتا ہے اگر باطن اس کے موافق نہیں تو وہ فعلِ ظاہر محض بے معنی اور فضول ہے اور خصلت اس خاص فعل کو کہتے ہیں جو بغیر بناوٹ اور تکلف کے صادر ہو اور اس کے تمام اسبابِ ظاہری اس کے باطنی کے موافق ہوں اور زبانی دعاویٰ محمود سے بالکل خالی اور پاک ہو۔[۱۸]

حضرت مرتعشؒ فرماتے ہیں کہ:

التصوف حسن الخلق [۱۹]

تصوف نیک خصلت کو کہتے ہیں۔

یہ خصائل حمیدہ تین قسم کے ہیں:

1) اوامرِ الٰہیہ ادا کرنے میں کسی قسم کا ریا اور دیکھاوا نہ ہو اور اپنے رب کی رضاجوئی میں ادائے حق فرائض ہوں۔

2) عوام کے ساتھ نیک خصلت ہوں بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر رحم اور ہر معاملہ میں انصاف پسند ہوں اور اس میں کسی قسم کا معاوضہ حاصل کرنا مطلوب نہ ہو۔

3) اپنے کو حوا شیطانی کی متابعت سے مجتنب رکھے، ہر قسم کی حرص و خواہشِ نفسانی سے بچے۔

حضور علی ہجویریؒ کے نزدیک جو شخص بھی ان تین باتوں پر عمل پیرا ہو گا تو اس کا شمار نیک انسانوں میں ہونے لگے گا اور جو انسان خود نیک بن جائے تو وہ دوسرے انسانوں کے لیے بھی عام اور خاص نیک ہو جاتا ہے جس سے ہر فرد اس نیک شخص کی شرور سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر کوئی فرد اپنے شر سے دوسرے کو محفوظ رکھے اور کسی دوسرے کے شر سے خود کو، تو کسی بھی معاشرے کو احترامِ انسانیت کی ایک بہترین مثال بنایا جا سکتا ہے۔

معاشرے کو بہترین بنانے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے اخلاق کے متعلق کچھ اس انداز سے فرمایا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ [۲۰]

(اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو۔

باب خرقہ پوشی میں صاحب کشف المحجوبؒ اولیاء وصوفیائے کرام کے شعائرِ لباس سے متعلق ذکر فرماتے ہیں۔ لباس زیب تن کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک انعام ہے جس سے وہ انسان کے عیوبِ ظاہری ڈھانپ دیتا ہے۔ جس سے انسان کے لباس کے ساتھ ساتھ آنکھوں پر بھی فطری پردہ داخل ہو جاتا ہے۔ لباس ظاہری باطن کا اور لباس روحانی آنکھ و دل کا دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اگر انسان کسی ایک لباس سے بھی محروم رہا تو اس محرومیت سے وہ خود بھی اور دوسرے انسان بھی باطنی عیوب کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس لیے لباس انسان اور انسانیت کو احترام بخشتا ہے۔

لباس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے جناب سرور دو عالم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ [۲۱]

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔

باب ملامت میں انسان کے ایک عیب اور خصلت کی طرف شیخ طریقتؒ نے توجہ دلائی ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے راستے کو اختیار کرتا ہے تو پھر انسان کو ملامت کا سامنا رہتا ہے۔ جیسے ہمارے پیارے نبی ﷺ وحی کی تبلیغ سے قبل صادق و آمین سے نیک نام رہے اور پھر جیسے ہی وحی کی تبلیغ کی ابتداء کی تو لوگوں نے زبان ملامت دارز کر دی اور نعوذ باللہ ہر طرح کے الفاظ سے آپ ﷺ کی دل آزاری کی جانے لگی۔ یہاں آپ ﷺ کا تمام تکالیف برداشت کرنا اور اور لوگوں کی دل آزاری اور زبان درازی کو پسِ پشت ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی تعریف میں ارشاد فرمانا ہے کہ:

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ [۲۲]

اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔

یہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو رہا ہے کہ ملامت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے اس پر کیونکہ انسان اپنی طرف سے نیکی کے کاموں میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہمارے لیے اس آیت میں دوسری نصیحت ہے کہ ہم کتنی بھی ملامت کسی پر کریں جب اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عزت لکھ دی تو کوئی کسی بھی طرح اُسکی عزت کو کم نہیں کر سکتا چاہے کتنی بھی ملامت اور رکاوٹ ڈال لے۔

ملامت سے متعلق شیخ طریقت ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

مجھے ایک بار ماوراء النہر کے ملامتی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ جب وہ بے تکلف ہو گیا تو میں نے اس سے کہا: بھائی اس قسم کے شریدہ افعال سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کہنے لگا، مخلوق سے اپنے آپ کو چھپانا۔ میں نے کہا کہ لوگ بہت ہیں اور تیری عمر کم، تو زمانہ میں ان سے پیچھا چھوڑانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا لہذا تو خود ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتا تاکہ اس شغل سے بھی تو آزاد ہو جائے اور ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ لوگوں میں مشغول ہوتے ہیں، ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ لوگ ان کی طرف مشغول ہیں۔ تو ایسا کیوں نہیں کرتا کہ تو اپنے کو نہ دیکھ تاکہ پھر تجھے کوئی نہ دیکھے۔ جب زمانہ کی الفت کی بلا تو نے دیکھی ہوئی ہے تو تجھے غیر سے کیا کام۔ جس کو کچھ نہ کھانے سے ہی شفا مل جاتی ہے، اسے دوا کھانے کی کیا حاجت اور اگر وہ ایسا کر رہا ہے تو مرد نہیں۔ [۲۳]

حضرت عثمان بن علی ہجویری توبہ سے متعلق ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ستر بار توبہ کر کے رجوع بفساد ہوا اور اکہترویں بار توبہ پر قائم ہوا۔ حضرت ابو عمر نے جنیدؒ کو کہا کہ میں نے ابتداء میں ابو عثمان حیریؒ کی مجلس میں توبہ کی اور کچھ دن اس پر قائم رہا کہ دل میں معصیت کی خواہش غالب ہوئی اور ابو عثمان حیریؒ کی صحبت سے علیحدہ ہو کر گناہ کی طرف مائل ہو گیا۔ جب مجھے حیریؒ نظر آتے، میں ان سے نظر چرا کر بھاگ جاتا۔ اتفاقاً ایک روز ان سے ملا ۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: بیٹا، دشمنوں کی صحبت اچھی نہیں، جب تو دشمن کی عیب جوئی سے آنکھ بند کر کے خود عیب کرنے لگتا ہے، دشمن خوش ہوتا ہے اور جب تو اس سے بچتا ہے وہ غمگین ہوتا ہے۔ اگر تو گناہ سے بچنا چاہتا ہے تو میرے پاس آ، تاکہ میں تیری آفتِ مصیبت اٹھاؤ اور دشمن کو ذلت جب ہی ہو سکتی ہے جن تو اس کا دم نہ بھرے۔ تو میں نے عرض کیا حضور اب میرا دل گناہ سے سیر ہو چکا ہے اور توبہ کی طرف اب صحیح تور پر آتا ہوں۔ [۲۴]

نماز اور عبادات کے ظاہری و باطنی فوائد سے متعلق حضرت شیخ ہجویریؒ نصیحت فرماتے ہوئے نماز میں داخل ہونے کی کچھ شرائط ذکر کرتے ہیں جو کہ ہمارے لیے دنیا کے امور سے غفلت برتنے اور اللہ کے قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔

اول: طہارت نجاستِ ظاہری سے اور طہارت باطنی شہوت سے، دوسرے کپڑا پاک ہونا نجاستِ ظاہر سے اور باطن یعنی حرام سے، تیسرے جگہ کا پاک ہونا ظاہر میں حادثات اور آفات سے اور باطن میں فساد اور گناہ سے۔ چوتھے روبقبلہ ہونا قبلہ ظاہر یعنی کعبہ کی طرف اور قبلہ باطن عرش اور قبلہ سے مشاہدہ مقصود۔ پانچویں قیام ظاہر میں بحالت استطاعت اور قیام باطن باغ قربت میں بشر طیکہ ظاہر شریعت سے وقت میں داخل ہو اور باطن درجہ حقیقت میں۔ چھٹے جنابِ حق میں خلوصِ نیت سے متوجہ ہونا۔ ساتویں تکبر ہیبت و فنا کے مقام میں کہنا اور محل وصل میں قرأت آہستہ ترتیل و عظمت سے کرنا اور رکوع و خشوع اور سجدہ عارضی و فروتنی سے ادا کرنا اور تشہد جمعیتِ خاطر سے پڑھنا اور فنا کی صفت سے پورا کرنا۔ [۲۵]

نماز کچھ شرائط سے ہیں اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو نماز صرف ایک ریاضت کے سوا کچھ نہیں اصل میں یہ انسان کا اپنا محاسبہ ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے ہر ہر عمل پر عمیق نگاہ ڈال کر اپنے بد و نیک اعمال کو درست کر کے اپنے مالکِ کل کائنات سے اپنے دل کی باتیں کر سکتا ہے۔

محبت ہی دراصل احترام انسانیت ہے جب ہمارے اندر محبت کا جذبہ سرشار ہو جائے تو ہم دوسروں کے عیوب پر پردہ ڈالنے لگ جاتے ہیں، درگزر اور ایثار کا راستہ اختیار کرتے ہیں آگے بڑھ کر ایک

دوسرے کی مدد کو اپنا وتیرہ سمجھتے ہیں۔ جب کسی قوم کے اندر سے محبت نکال لی جائے تو وہاں انسان نہیں کوئی اور مخلوق آباد ہو جاتی ہے جو ہمارے معاشرے کو گناہوں کی طرف مائل کرتی ہے۔ محبت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ جب بھی کسی سے محبت کی جائے تو اللہ کے لیے کی جائے، اگر اللہ کے سوا اپنے مقصد کے لیے محبت کی جائے تو وہ محبت نہیں دراصل ہوسِ نفسانی کی پیروی ہے۔

محبت اور متعلقات محبت پر صاحب کشف نے ایک باب باندھا جس میں بہت تفصیل سے محبت کے خواص کو ذکر کیا ہے لیکن ہم یہاں مختصراً محبت کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ [٢٦]

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ سے محبت کرے گی اور اللہ ان سے محبت کرے گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ [٢٧]

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اوروں کو اللہ کا مدِ مقابل بناتے ہیں، محبت کرتے ہیں ان سے جیسے محبت کرنا چاہیے اللہ سے۔

جھوٹ، جھوٹی تقلید، فریب اور تحقیق کے بغیر کسی بھی شخص پر یقین اور سچ کو مسخ کرنے سے متعلق مرشدِ حق سید ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ:

"اس دور میں یہ علمِ طریقت و تصوف در حقیقت کُہنہ و فرسودہ ہو چکا ہے، بالخصوص ہمارے ملک میں کہ تمام لوگ ہوا و ہوس میں گرفتار ہیں اور رضاے الٰہی کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ زمانے کے عالموں اور وقت کے مدعیوں کے لیے اس طریقت سے اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس شے کے حصول کی خاطر ہمت پیدا کرو کہ برگزیدگان درگاہِ خداوندی کے سوا جملہ اہلِ وقت کا ہاتھ اس کے حاصل کرنے سے کوتاہ ہے اور سب اہلِ ارادت کی مراد اس سے کٹ چکی ہے۔ خُدا کے چند برگزیدہ بندوں کے سوا تمام خاص و عام نے حقیقت کو ترک کر کے صرف اس کی عبادت کو کافی سمجھ لیا ہے اور دل و جان سے اس کے حجاب کے خریدار بن گئے ہیں۔ کام تحقیق سے خارج ہو کر تقلید میں پڑ گیا ہے۔ تحقیق حق نے ان سے چہرہ چھپا لیا ہے۔ عوام اس امر پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہم حق شناس ہیں۔ خواص اس پر شاد ہیں کہ دل میں اس کی تمنا، قلب میں احساس اور سینے میں اس (طریقت) کی جانب ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ وہ بطورِ شغل کہتے ہیں کہ یہ دیدار الٰہی کا شوق اور عشق کا سوز ہے۔ تصوف کے جھوٹے مدّعی دعویٰ کے باوصف حقائق معلوم کرنے سے قاصر رہ گئے ہیں اور مرید مجاہدے سے دست کش ہو کر ظنِ فاسد کو مشاہدہ کہنے لگے۔ اس سے قبل بھی میں نے طریقت و تصوف کے موضوع پر متعدد کتابیں تالیف کی تھیں، جو سب کی سب ضائع ہو گئیں۔ تصوّف کے جھوٹے مدعیوں نے ان میں سے بعض نکات لوگوں کو فریب دینے کی غرض سے چُن لیے اور باقی کو دھو کر تلف کر دیا، کیونکہ جس کے دِل پر مہر ہو، اس کے نزدیک حسد و انکار کا سرمایہ بھی نعمتِ الٰہی ہوتا ہے۔ ایک اور گروہ نے ان کا مطالعہ بھی نہیں کیا۔ دوسرے گروہ نے ان حصوں کا مطالعہ کیا، مگر مطلب سے بے بہرہ رہے اور محض عبارت پر اکتفا کیا تاکہ اسے تحریر میں لا کر رَٹ لیں، اور کہیں کہ ہم تصوّف اور معرفت کے علم کی تشریح کر رہے ہیں[۲۸]"

حقیقتِ ایثار میں حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ قرآن کریم کی یہ آیت نقل کرتے ہیں:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [۲۹]

اور ایثار کرتے ہیں اگرچہ اس چیز کے وہ حاجت مند ہوں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ [۳۰]

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے۔

ایثار سے متعلق صاحب کشف المحجوبؒ ایک حکایت ذکر فرماتے ہیں جس سے انسان کو ایثار اور پھر ایثار سے حاصل ہونے والے فوائد و نتائج سمجھ میں آتے ہیں۔

ایک روز ایک بھوکا شیر نظر آیا اور اُس نے میرا اونٹ شکار کیا اور بلندی کی طرف چڑھ گیا اور ایک آواز ماری جس پر تمام درندے جنگل کے آگئے۔ شیر نے اونٹ کو چیر پھاڑ کر ڈال دیا اور خود کچھ نہ کھایا اور بالائے کوہ چلا گیا۔ اس شکار پر جس قدر درندے، لومڑی بھیڑیے اور بگھرے تھے، سب نے ہلہ بول دیا اور خوب کھا پی کر چل دیئے۔ اسی وقت شیر اترا اور ارادہ کیا کہ ایک ٹکڑا اس میں سے خود بھی کھائے کہ اتنے میں ایک لومڑی لنگڑی لولی دور سے آتی ہوئی نظر آئی۔ شیر پھر وہاں سے ہٹ گیا اور بالائے کوہ چلا گیا تاکہ وہ لومڑی بھی شکم سیر ہو جائے۔ چنانچہ جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر نے آکر ایک ٹکڑا اس میں سے لے کر کھایا۔

میں دور سے بیٹھ کر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ شیر نے واپس جاتے ہوئے بزبان فصیح مجھے کہا:

"یا احمد ایثار بر لقمہ کارِ سگاں بود و مردانِ خدا جان و زندگانی ایثار کند"

اے احمد! لقمہ کا ایثار کرنا کتوں کا کام ہے اور مردانِ خدا جان اور زندگی کا ایثار کیا کرتے ہیں۔

بس یہ سنتے ہی مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت میں نے تمام اشغال دنیا و دینیہ سے دستبرداری کی۔ یہ ہے میری توبہ کی ابتداء۔

انسانوں کو نفس کی اطاعت سے روکنے، حرص و ہوس سے نفس کو پاک رکھنے تاکہ معاشرے میں انسان، انسانوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں تاکہ معاشرہ ایک دوسرے کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے اس سے متعلق حضرت سید علی ہجویریؒ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾[٣١]

جنہوں نے نفس کی خواہشات کو روکا تو انکی آرام گاہ جنت ہے۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ[٣٢]

توجب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو تمہارا جی (نفس) نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے۔

اور حضرت یوسفؑ کی زبانِ اقدس سے نفس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي [۳۳]

اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نفس سے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

نفس کی مخالفت میں تمام عبادات کا راز ہے اور کمال مجاہدہ بھی اسی مکالفت نفس کے لیے ہے اور بندہ بجز مخالفت نفس واصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ نفس کی موافقت ہلاکتِ انسان ہے اور مخالفت نفس میں بندہ کی نجات۔ چنانچہ حضرت رب العزت جل مجدہ نے اس کی مخالفت کا حکم فرمایا اور ان کی تعریف کی جو اس کی مخالفت کرنے والے ہیں اور اس کی مذمت کی جو موافقت نفس میں چل رہے ہیں۔ [۳۴]

حضرت ہجویریؒ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ انسان عبادت اور نیک معاملات تب ہی بجالا سکتا ہے جب انسان اپنے نفس کی مخالفت اختیار کرے۔ جیسے فجر کی نماز کے لیے صبح نیند سے بیدار ہونا، سخت بھوک میں اپنا رزق کسی دوسرے کو پیش کرنا اور آسانیوں کے ہوتے ہوئے نفس کی مخالفت کے لیے مصائب کو اپنانا۔ دوسرا یہ کہ انسان جب اپنے نفس پر قابو پالے تب وہ دوسروں پر نظر رکھنا چھوڑ دیتا ہے اور لوگوں سے مقصد حاصل کرنے کا معاملہ بھی ترک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

انسان کی پیدائش اور انسان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ اپنے خالق ہونے اور انسان کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے پیرِ طریقت سید ہجویریؒ، اللہ رب العزت کا ارشادِ گرمی ذکر فرماتے ہیں کہ:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾ [۳۵]

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا (12) پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا (13) پھر اس بوند کو لو تھڑے کی شکل دی، پھر لو تھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا (14)

ان آیات سے اللہ تعالیٰ انسان کو اُس کی حقیقت اور اپنی تخلیق سے آگاہ فرما رہیں کہ انسان حقیر ہے اور اس کو نطفے سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے انسان کو تکبر اور بڑائی سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی گواہی دینی چاہیے اور اسی کے آگے جھکنا چاہیے اور اس کے بیان کردہ احکامات پر عمل کرنا چاہیے۔ سب سے اہم بات یہاں اللہ تعالیٰ انسانوں کو انکی اہمیت بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے اور بہت خوبصورت طریقے سے بنایا ہے۔ اس لیے لازم ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرے اور احترام انسانیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر شخص کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔

توکل سے متعلق حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک حکایت میں ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں محمد بن حسین علویؒ کے گھر جا کر اترے اور حضرت ابراہیمؒ بھی کوفہ تشریف لائے۔ جب انہیں حضرت حسین بن منصور کی خبر پہنچی، خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت منصور نے فرمایا: ابراہیم! آپ کو اس کوچہ طریقت میں رہتے ہوئے چالیس سال گزر گئے، اس میں آپ نے کیا چیز ایسی پائی جسے بالخصوص تسلیم کیا جائے۔

عرض کی: حضرت! مجھے تو سب سے بڑی چیز توکل نظر آتی ہے۔

حضرت منصور نے فرمایا:

اَفْنَيْتَ عُمُرَكَ فِيْ عِمْرَانِ بَاطِنِكَ فَاَيْنَ الْفَنَاءُ فِي التَّوْحِيْدِ

"ابراہیم نے اپنی عمر باطن کی طرف سے ضائع کی، توحید میں فنا ہونا کب ہو گا۔"

یعنی توکل ایک عمل ہے جو اپنی طرف سے اپنے رب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ جس کا مقصد یہ نہیں کہ اللہ کی محبت میں اللہ کے ساتھ پردۂ غیب سے ظہور میں آئے، اس پر بھروسہ رکھنا۔ تو جب تمام عمر معالجت باطنی میں گزار دی تو اب وہ ایک دوسری عمر کی ضرورت ہے جس میں علاج ظاہر کیا جائے۔ اس لیے کہ اس طرز عمل میں تو تقرب حق کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتی۔[۳۶]

احترام انسانیت میں سب سے زیادہ ضروری امر ہر فرد کے لیے یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے کیونکہ اگر وہ اپنی خواہشات کو قابو میں نہیں رکھتا تو وہ لوگوں کے لیے اذیت کا باعث بنے گا جس کے لیے حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ:

وہ شخص جو منبع ہوائے لذت و شہوات ہے وہ شغل خرابات کے لیے شراب خوری اور قمار خانہ میں ہے۔ اس سے مخلوق ہر قسم کے فتنہ کی طرف سے مامون ہے اور وہ جو متبع جاہ و ریاست ہے وہ صوامع اور دیر میں عجلت نشینی کرتا ہے۔ اس کا فتنۂ خلق لازمی ہے کہ اپنے کو راہ ہدایت سے گرا کر مخلوق کو گمراہی کے راستے پر بلا رہا ہے۔ تو جس کی تمام حرکات میں حرص و ہویٰ اور اتباع ہویٰ اُس کی عین رضا، وہ خواہ آسمان پر ہی کیوں نہ پرواز کرے تقرب حق سے بعید و محروم رہے گا۔ اور وہ جس کو ہویٰ و حرص سے برأت ہو اور اس کی اتباع سے اعراض، وہ اگرچہ بت خانہ میں کیوں نہ ہو مقرب بحق تعالیٰ ہو گا۔

> حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ روم میں ایک راہب ستر سال سے رہبانیت میں گرجا گھر کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ رہبانیت کی انتہائی مدت چالیس سال ہے یہ کس لیے ستر سال سے اس گرجا میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے ملنے کا ارادہ کیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے دریچہ کھول کر مجھ سے کہا: ابراہیم! مجھے معلوم ہے جس کام کے لیے تم میرے پاس آئے ہو۔ میں ستر سال سے اس جگہ رہبانیت کے لیے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میرے پاس ایک کتا ہے جو حرص و ہویٰ سے شوریدہ ہے۔ میں اس جگہ اس لیے بیٹھا ہوں کہ اس کتے کی نگہبانی کروں اور اس کے شر سے لوگوں کو دور رکھوں۔ ورنہ میں وہ نہیں جو تمہارا اتنا بڑا اعتراض اپنے اوپر آنے دیتا۔

جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ مولا تو قادر علی الاطلاق ہے کہ اس راہب کو اس کی عین ضلالت میں طریق صواب اور راست عطا فرمائے۔ راہب مجھ سے کہنے لگا،

ابراہیم! کب تک لوگوں کو ڈھونڈے گا، جا اپنے آپ کو تلاش کر، جب تو اپنے آپ کو پالے گا تو اسی کی نگرانی کر، کیونکہ ہر روز یہ ہویٰ کا کتا تین سو ساٹھ بار لباس الوہیت پہن کر بندہ کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔[۳۷]

شہوت سے متعلق پیر طریقت حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ:

آنکھ کی شہوت دیکھنا ہے اور کان کی شہوت سننا اور جسم کی شہوت چھونا اور دل کی شہوت سوچنا تو طالب کے لیے لازم ہے کہ اپنی شہوات پر نگہبان اور حاکم ہو اور رات دن اسی کی نگرانی و نگہبانی میں گزارے تاکہ وہ داعی ہویٰ جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں از خود منقطع ہو جائیں اور اپنے رب حقیقی سے دست بدعا رہے کہ وہ تجھے ایسی صفت پر قائم کردے کہ ایسے ارادے اور وساوس تیرے باطن قلب سے مدفوع ہو جائیں۔[۳۸]

صاحب کشف المحجوبؒ انسان کو اللہ کا دوست بننے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے اور شریعت کے مسائل کو سمجھنے اور آداب کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جائے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو وہ تمام احکامات جس میں انسانوں کو تکلیف دینے سے منع کیا ہے اس پر مکمل دلجمعی سے عمل کرتا ہے۔ احسان کا راستہ اپناتا ہے۔ دوست بناتا ہے جس سے خود اصلاح لے اور اصلاح کرے۔ اور نگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔

اس سے متعلق کشف المحجوب میں حکایت ذکر کی جاتی ہے کہ:

حضرت ابراہیم ادہمؒ نے ایک شخص کو فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اللہ کے ولیوں میں سے ولی ہو۔ عرض کی جی میں چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "دنیا اور عقبیٰ کی کسی شے سے رغبت نہ کر اس لیے کہ دنیا سے رغبت کرنا اپنے رب سے اعراض کر کے فانی کی طرف راغب ہونا ہے اور عقبیٰ کی طرف رغبت کرنا اپنے رب سے اعراض کر کے شے باقی کی طرف جانا ہے۔"

حضرت بایزید سے کسی نے پوچھا کہ ولی کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ولی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی پر صبر کرے۔"

اس لیے کہ جس کے دل میں اللہ کی دوستی جتنی ہو گی، اس کے حکم کی عظمت اتنی زیادہ ہو گی اور اس کی نہی سے اس کا جسم اتنا ہی بعید ہو گا۔

حضرت بایزید بسطامی سے ایک حکایت ہے فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ فلاں شہر میں اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی ہے میں اٹھا اور ان کی زیارت کا قصد کر کے چلا۔ جب ان کی مسجد میں پہنچا تو وہ گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں آکر قبلہ کی طرف رخ کر کے مسجد میں کلی کر دی، میں اسی وقت بغیر سلام کیے وہاں سے پلٹ آیا اور میں نے کہا کہ ولی کو چاہیے کہ احکام شریعت پر پابند ہو، تاکہ اس پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت فرمائے۔ اگر یہ شخص ولی ہوتا تو مسجد میں قبلہ رو ہو کر کبھی کلی نہ کرتا یا اللہ اس کی حرمت ولایت پر نگاہ رکھتا۔ فرماتے ہیں: اس شب میں نے حضور سید یوم النشور ﷺ کے جمال جہاں آرا سے شرف حاصل کیا دیکھا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں ابو یزید! تم نے وہ کیا کام کیا جس کی برکت سے تم اس درجہ پر پہنچے، دوسرے روز میں اس درجہ پر پہنچ گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔[۳۹]

ماں، باپ اور بڑوں کے احترام سے متعلق حضرتؒ حکایت نقل کرتے ہیں کہ:

> بنی اسرائیل کا ایک راہب جس کا نام جریج مجتہد تھا۔ اس کی والدہ ایک گہوارہ رکھتی تھی۔ ایک دن اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی تو جریج اپنے صومعہ میں مصروف نماز تھے، دروازہ نہ کھولا، دوسرے روز پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسرے روز آئیں اس دن بھی صومعہ نہ کھولا۔ چوتھے روز بھی اسی طرح آئیں اور درِ صومعہ نہ کھولا۔ تو ان کی والدہ نے تنگ آکر کہا الٰہی اسے رسوا کر، میرا بیٹا ہو کر میرے حقِ مادریت کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ماں باپ اور بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت ہم سب پر لازم ہے اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا [٤٠]

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

دوسری جگہ پر ارشاد ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ [٤١]

اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو مغفرت کیجئیو۔

رشتے داروں سے احترام کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے:

قربت کے حق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رشتوں ناطوں کا لحاظ نہ رکھنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ ۴۲

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ [٤٣]

تم ایک بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

احترامِ انسانیت کا سب سے اہم تقاضہ آج کے دور میں یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی آداب کو عام کیا جائے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا مَثلي وَمَثَلُ أمّتي مثل رَجُل اشتوْقَدْ نارًا، فَجَعَلَتِ الدَّوَابُ وَالفَرَاشن يَقَعْنَ فيها، فأنا آخذ بحُجَزُكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحْمُونَ فيها۔ [٤٤]

میری اور میری امت کی حالت اس شخص کی حالت کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کے لیے دوڑتے چلے آرہے ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔

نیک صحبت کے اختیار کرنے سے متعلق حضرت عثمان بن علی ہجویریؒ، شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ:

صحبت را اثر قلیست [٤٥]

اچھی صحبت بات سے زیادہ پر اثر ہے۔

اولیاء و صوفیاء کا بنیادی مقصد معاشرے کی اصلاح ہے اور معاشرے کی اصلاح سے اول فردِ واحد کی اصلاح ہے جس سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس لیے صاحبِ کشف المحجوب نیک صحبت اختیار کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

> ایک شخص خانہ کعبہ کا طوف کر رہا تھا اور دعا کر رہا تھا الھم اصلح اخوانی اے اللہ میرے بھائیوں کی اصلاح فرما کسی نے کہا کہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے لیے کیوں دعا نہیں کرتے؟ اس نے جواب دیا وہ میرے بھائی ہیں جب میں واپس جاؤں اور انھیں صالح پاؤں گا تو میں ان کی اصلاح سے صالح ہو جاؤ گا اگر انھیں بگڑا ہوا پاؤں گا تو ان کے بگاڑ میں بھی بگڑ جاؤں گا۔[۴۶]

خلاصہ:

کشف المحجوب کا مطالعہ ایک عظیم کام تھا جس کو احترام انسانیت کے مقالے کی شکل میں تحریر کرنا بہت مشکل کام محسوس ہو رہا تھا کیونکہ کشف المحجوب کا ہر ہر لفظ بہت قیمتی ہے۔ لیکن الفاظ اور صفحات کی کمی کے باعث وہ اقوال وہ حکایات وہ فرمان اور ارشاد باری تعالیٰ اور فرمانِ رسول ﷺ جو بہت قریب ہیں اسے احترام انسانیت مقالے کا حصہ بنایا۔ خلاصے کے طور پر کچھ اقوال کشف المحجوب سے تحریر کرتا ہوں تاکہ مکمل مقالے کے مطالعہ کے بعد حاصل ہونے والے منافع کو با آسانی زندگی کا حصہ بنایا جا سکے۔ آنکھوں سے پانی بہاؤ اور خوشی کم سے کم کرو۔ اگر کسی کی ایک کھجور کی گٹھلی بھی تجھ پر نکلتی ہو' اس سے جلد سے جلد نجات حاصل کر۔ ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم سے حکم ملتا ہے۔ اگر تم امیر سے امیر تر اور غریب سے غریب تر بھی ہو جاؤ تو کیا بنے گا، آخر کو مٹھی بھر خاک ہی رہو گے۔ سچ جانو! کہ تم ناپاک مادہ کا صرف ایک قطرہ ہو' پھر اس تکبر و غرور سے کیا حاصل۔ دوسروں کا حق اپنے پاس نہ رکھو۔ مال کی محبت کو عذاب سمجھ کر بھوکوں، غریبوں اور مستحقین پر لٹا تارہ اور یہ سب کچھ اس دن سے پہلے کر جب کہ قبر میں تجھے کیڑے کھا جائیں گے۔ دنیا کے ساتھی (ہاتھ' پاؤں' آنکھیں) جو بظاہر دوست نظر آتے ہیں' دراصل تیرے دشمن ہیں۔ استاد کا حق ضائع نہ کر اور تکریم سے آنکھوں کو جھکا۔ حرام کے لقمہ سے پرہیز کر چونکہ یہ عبادت کو کھا جانے والا اور دعاؤں کو رد کروانے والا ہے۔ جہاں بے عزتی ہو' وہاں نہ جا۔ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں گناہوں کو توبہ'

رزق کو جھوٹ ' نیک اعمال کو غیبت ' عمر کو غم ' بلاؤں کو صدقہ ' عقل کو غصہ ' سخاوت کو پشیمانی یعنی دے کر بعد میں پچھتانا' علم کو تکبر ' بدی کو نیکی ' ظلم کو عدل۔

"کشف المحجوب" کے اختتام پر حضرت سید ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں جو کہ پوری کتاب کا کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا:

"میں اس کتاب کے قارئین کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جو احکام لکھے گئے ہیں ، ان کی رعایت کریں اور ان پر عمل کریں۔ اللہ ہی مدد کرنے والا اور جمع و تفریق کرنے کا مالک ہے۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین ساتھی"۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ التین،(1-4)

۲۔ الاسراء،(70)

۳۔ النساء،(36)

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبہ ایام منیٰ، حدیث نمبر 1739، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض 1419ھ، ص:280

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ج:ا، حدیث نمبر 2731، نشر السنہ، ملتان 1421، ص: 391

۶۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی 1985ء

۷۔ العلق،(1-5)

۸۔ العلق،(1-5)

۹۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، ص: 87

۱۰۔ ایضاً، ص:88-89

۱۱۔ ایضاً، ص:89

۱۲۔ سورۃ فاطر،(15)

۱۳۔ سورۃ محمد،(38)

۱۴۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، ص106-107
۱۵۔ سورۃ البقرۃ، (153)
۱۶۔ سورۃ ابراہیم، (7)
۱۷۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، ص103
۱۸۔ ایضاً، ص134
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ سورۃ الاعراف، (199)
۲۱۔ سورۃ المدثر، (4)
۲۲۔ سورۃ المائدہ، (54)
۲۳۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، ص169
۲۴۔ ایضاً، ص:480
۲۵۔ ایضاً، ص:482
۲۶۔ سورۃ المائدہ، (54)
۲۷۔ سورۃ البقرۃ، (165)
۲۸۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، دیباچہ
۲۹۔ سورۃ الحشر، (9)
۳۰۔ سورۃ البقرۃ، (207)
۳۱۔ سورۃ النازعات، (40-41)
۳۲۔ سورۃ البقرۃ، (87)
۳۳۔ سورۃ یوسف، (53)

۳۴۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس وقمر، لاہور، ص: 355
۳۵۔ سورۃ المومنون، (12-14)
۳۶۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد، ناشر، مکتبہ شمس وقمر، لاہور، ص: 371-372
۳۷۔ ایضاً، ص: 374-375
۳۸۔ ایضاً، ص: 374-375
۳۹۔ ایضاً، ص: 389-390
۴۰۔ سورۃ العنکبوت، (8)
۴۱۔ سورۃ ابراہیم، (41)
۴۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل (م: 256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب اثم القاطع، حدیث نمبر ۵۵۲۵
۴۳۔ سورۃ آل عمران، (110)
۴۴۔ الترمزی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمزی، ابواب الامثال عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء (فی) مثل ابن آدم واجلہ وأملہ، حدیث نمبر 2874، ص: 646، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض 1420ھ
۴۵۔ ہجویری، سید عثمان بن علی، کشف المحجوب، ص: 259
۴۶۔ ایضاً، ص: 249

******